دہشتگردی کا ناگ اور ریاستی سپیروں کا کردار

تحریر: سہیل احمد لون

وقت اپنی مخصوص رفتار سے گزرتا جاتا ہے جو کبھی کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ انسان گزرے وقت یعنی ماضی میں کی گئی غلطیوں سے بہت کچھ سیکھ کر اپنا حال اور مستقبل بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ انسانی عقل کا تقاضا بھی ہے کہ وہ بار بار ایک غلطی نہیں دہراتا بلکہ ہر بار کوئی نئی غلطی کرکے مزید سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہماری موجودہ حالت دیکھ کر لگتا ہے کہ ہم کو شاید نئی غلطی کرکے کچھ نیا سیکھنے کی ابھی کوئی ضرورت نہیں۔ مخصوص گروہ کو بار بار اقتدار میں لانے کی غلطی دہرا کر ہم یہ کیسے سوچ سکتے ہیں کہ حالات بہتر ہو جائیں گے۔ گزشتہ برس کے آغاز میں بھی بلوچستان میں ہزارہ کمیونٹی پر دہشت گردی کا شرمناک واقعہ رونما ہوا جس کے بعد 86 لاشوں سمیت پرامن احتجاج کیا گیا۔ ایک برس بیت جانے کے بعد بھی ہزارہ کمیونٹی کے ساتھ دہشت گردوں کے سلوک میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی۔ اس بار بھی 26 لاشوں کے ساتھ پرامن احتجاج کیا گیا۔ جسے ماضی کی طرح حکومتی ''گولی'' دے کر ختم کروا دیا گیا۔ اس کے علاوہ بھی کسی اور چیز میں کوئی مثبت تبدیلی نظر نہیں آئی۔ موسم سرما میں بجلی کے ساتھ گیس کی لوڈشیڈنگ اسی تسلسل کے ساتھ ہو رہی ہے، سٹریٹ کرائمز کا گراف بھی لالچی کے حرص کی طرح مسلسل بڑھ رہا ہے، عوام الناس سمیت حساس ادارے آج بھی دہشت گردوں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ ظالم اسی تسلسل کے ساتھ ظلم ڈھانے میں مصروف ہے جیسے پہلے تھا۔ حکومت کرنے والوں نے بس اپنی باری بدلی ہے، انداز نہیں۔ دہشت گرد آج بھی تسلسل کے ساتھ اپنا ''مقدس'' فریضہ سرانجام دینے میں مصروف عمل ہیں۔ دہشت گرد اور سانپ میں ایک چیز مشترک ہوتی ہے کہ وہ ''انسان کے دوست نہیں ہوتے'' ۔ ان سے جان بچانے کا بس ایک ہی فارمولا ہے کہ ان کے سر کچل دو۔ ۔فسادی نما جہادی وہ سانپ ہیں جن کی وحشت سے میڈیا بھی کانپتا نظر آتا ہے۔ کیونکہ یہ عام سانپ تو ہیں نہیں کہ جن کو اپنی جان کی فکر ہو یہ تو پٹاری یا بل سے باہر آتے ہی مرنے کے لیے ہیں۔ اس میں تو سارا کمال ہی بین بجانے والے کا ہے جو ''جہاد'' '' کی بین'' بجا کر ان کو ایسا مست کر دیتا ہے کہ ان کو اپنی جان دینے میں خوشی محسوس ہوتی ہے۔ ''جہاد'' کی بین بجانے والے یہ سپیرے خود تو مزے سے تماشہ دیکھتے رہتے ہیں مگر ان کے پیروکار مرنے کے لیے کسی بھی جگہ، کسی بھی وقت جانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ''جہادی'' سپیروں نے ان سانپوں کو پٹاریوں یا بلوں تک ہی محدود نہیں کیا ہوتا بلکہ کچھ مخصوص سانپوں کو خاص بندوں کی آستینوں میں بھی رہنے کے لیے بھیجا جاتا ہے جہاں وہ موقع یا آرڈر ملنے پر اس ہاتھ کو بھی ڈسنے سے گریز نہیں کرتے جن ہاتھوں نے ان کو دودھ پلا کر کاٹنے کے قابل کیا ہوتا ہے۔ عام سانپ اس وقت ڈستا ہے جب اس کو یہ محسوس ہو کہ اس کی جان خطرے میں ہے مگر ''جہادی'' سانپ صرف مرنے اور مارنے کے لیے ڈسنے کے لیے حملہ آور ہوتے ہیں۔ عام سانپ تو ایسی جگہ آنا پسند نہیں کرتا جہاں انسانوں کا ہجوم ہو مگر ''جہادی'' سانپ رش اور ہجوم والی جگہ پر آ کر ''جنت میں جانے کی کوشش کرتا ہے''۔ سانپوں کی طرح ''جہادی'' سانپ کی افزائش نسل کا عمل بہت تیز ہوتا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا ''جہادی'' سپیرا مذہبی جنونی ہے جو ہر طرح کی غیر دہشتگردانہ منصوبہ بندی کو ''حرام'' سمجھتا ہے۔ ہماری پارلیمنٹ والے جیسے کسی بھی قانون یا عدالتی فیصلے کو اپنے لیے حرام اور دوسروں کے

لیے حلال قرار دے دیتے ہیں ایسا کرتے ہوئے انہیں چاہے کرائے کے مفتی ہی کیوں نہ ڈھونڈھنا پڑیں۔ اگر ان کے حلال کو کوئی حرام کہہ دے تو اس کا جینا حرام کر دیا جاتا ہے یا حرام کی موت ہی مار دیا جاتا ہے۔ کچھ تو ایسے بھی ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہ موت تو موت ہے حرام ہو یا حلال...... ! اگر دنیا میں منافقت بکنے کا بازار ہوتا تو ہم اس کے سب سے بڑے ایکسپورٹر ہوتے، حرام حلال کے معیار کے تعین میں بھی ہم ہمیشہ منافقت سے کام لیتے ہیں چونکہ ''جہادی'' سپیرے بھی ہماری دھرتی کے ہی ہیں بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اس آبائی مرض سے بالاتر ہوں۔ لہٰذا ''جہادی'' سپیرے بھی ''جہاد'' کی بین بجا کر دوسروں کو مرنے کے لیے مدہوش اور مست کر دیتے ہیں مگر اس بین میں خود مست ہو کر مرنا حرام سمجھتے ہیں۔

وطن عزیز میں گزشتہ کچھ برسوں سے تسلسل کے ساتھ ''جہادی'' سانپ اپنا ''مقدس فریضہ'' سرانجام دے رہے ہیں۔ اس میں حساس اداروں، ان کے سربراہان سمیت عام ملازمین کو نشانہ بنانا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ ''جہادی'' سانپوں کا حدف عام لوگ سب سے زیادہ بنے ہیں محرم الحرام کا جلوس ہو یا کوئی مذہبی مجلس، شاپنگ پلازہ ہو یا مارکیٹس، دربار ہو یا عید گاہ، فائیو سٹار ہوٹل ہو یا غریبوں کا تندور مارکہ ہوٹل ہر جگہ ''جہادیوں'' کی ستم ظریفی کا نشانہ غریب اور معصوم عوام بنے۔ عسکری قیادتوں، سیاسی اور مذہبی رہنما ان کا حدف بھی بنے، انتہاء تو یہ ہے کہ جنازے، مساجد، دربار، درگاہیں، عبادت گاہیں بھی اب محفوظ نہیں رہیں۔ 9/11 کے سانحہ کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ جو لفظ زیر بحث رہا وہ ''دہشت گردی'' ہے۔ نیویارک، لندن اور میڈرڈ میں پیش ہونے والے دہشت گردی کے واقعات کا ایسا نوٹس لیا گیا کہ ساری دنیا کی فضاء ہی بدل دی گئی۔ برطانیہ، یورپ اور امریکہ میں امن و امان کی صورت حال کا ہمارے خطے سے ہر لحاظ سے بہتر ہے کیونکہ یہاں ''جہادی'' سانپ اگر قابو آجائے تو اس کو کبھی چھوڑا نہیں جاتا۔ ''جہادی'' سانپ کا سر کچلنے سے قبل اس سے یہ بھی اگلوایا جاتا ہے کہ کس کی بین بجانے پر وہ مست ہوئے، کس کس کو ڈسنے کا پلان ہے۔ ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ پہلے تو ہم ان کو پکڑ ہی نہیں پاتے، اگر ''تکا'' لگ بھی جائے تو عدالت ان کو رہا کر دیتی ہے، اگر خدانخواستہ عدالت کسی کو سزا دے کر جیل بھیج دے تو جس جیل میں ان کو رکھا جائے باقی قیدیوں کی بھی موج ہو جاتی ہے، کیونکہ ان کو چند لوگ کچھ منٹوں میں آزاد کروا کر لے جاتے ہیں۔ اور اگر دہشتگردوں کے ساتھیوں کو تاخیر ہو جائے تو ہم خود انہیں بحفاظت منزلِ مقصود تک چھوڑ کر آتے ہیں۔ یہ بھی المیہ ہے کہ پرویز مشرف پر حملہ کرنے والے آزادی سے پاکستان میں گھوم رہے ہیں، بلکہ بہت کچھ گھمار رہا ہے مگر پرویز مشرف سب سے پہلے پاکستان کہنے کے باوجود اس ملک کی عدالت کے سامنے آزادی سے پیش ہونے کی جرات نہیں کر سکتا، جہاں پر وہ کچھ عرصہ قبل سیاہ سفید کا مالک بنا بیٹھا تھا۔ بھارت میں کہیں کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آجائے بغیر کسی تصدیق کے دوسرے منٹ میں سرکاری طور پر پاکستان کو اس کا قصوروار ٹھہرا دیا جاتا ہے، امریکہ، یورپ یا برطانیہ میں کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آجائے تو اس کا کھرا پاکستان سے نکلتا ہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارا خطہ ''جہادی سپیروں'' کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ ''جہادی'' سانپوں کو ختم کرنا ناممکن ہے البتہ ''جہادی سپیروں'' سے نپٹنے کے لیے لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اس سوچ کو ختم کرنا ہوگا جس کی وجہ سے حالات اس حد تک پہنچ چکے ہیں۔ مگر آج بھی حساس اداروں سمیت ملک کے ہر طبقے سے کچھ لوگوں کی حمایت ایسی تنظیموں کے ساتھ ہے۔ اس حمایت کا اظہار امریکہ یاہ اسامہ بن لادن کی ہلاکت پر دیکھا گیا تھا

جہاں لوگ اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے نظر آئے، کاکول اکیڈیمی کی بغل میں اسامہ کا رہائش پزیر ہونا بھی اس بات کی دلیل تھی کہ اس کی سوچ کو مقامی حمایت حاصل رہی ہوگی۔ ''جہادی سپیروں'' کی بین پر مست ہونے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اس میں حساس ادارے کے لوگ بھی شامل ہیں۔ یہ ایک نظریاتی جنگ ہے جسے لوگوں کا شعور بیدار کیے بغیر جیتنا ناممکن ہے۔ انتہا پسندی کی آگ کو ٹھنڈا کرنے لیے تعلیم کا نظام درست کرنے کی ضرورت ہے۔ باہمی اتحاد عوام کو قوم بنانے کا اہم ترین جزو ہوتا ہے جو برداشت کے بغیر ممکن نہیں، برداشت کا تعلق شعور سے ہے اور شعور مناسب تعلیم کے بغیر ممکن نہیں۔ مناسب تعلیم سے جب ہمارے دل کشادہ اور سوچ میں وسعت آجائے گی تو ہم پر کسی بھی ''جہادی سپیرے'' کی بین کا اثر نہیں ہوگا۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہوگئے تو پھر دہشت گردی کو مقدس فریضہ سمجھنے اور اس کا پرچار کرنے والوں کی باتوں پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ اس کے ساتھ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ دہشتگردی کے خلاف جنگ جیتنا افواج پاکستان کے وقار کا مسئلہ بھی ہے کیونکہ فوج تو ہوتی ہی دبدبے کی بنیاد پر ہے اور جس فوج کے بارے میں یہ مشہور ہو جائے کہ یہ دہشتگردوں کے ایک گروہ پر قابو نہیں پا سکی اُس کے بارے میں ہمسایہ ممالک کی افواج کی کیا رائے ہوگی۔

تحریر: سہیل احمد لون
سربٹن۔سرے
25-01-2014
sohailloun@gmail.com